R. No. 2186/57 | Regd. No. L. 922

انجمن ترقی اردو ہند کا ہفتہ وار اخبار

ہماری زبان

Date
1-8-15-22

Phone—29
Annual Rs. 4/-
Per Copy -/12 P

۱۵ر اکتوبر ۱۹۶۶ء | ایڈیٹر: آل احمد سرور | جلد ۲۵ ۔ شمارہ ۳۹

آل احمد سرور

سرسیّد احمد خاں کے کارنامے

(ہماری زبان کی یہ روایت رہی ہے کہ یوم سرسید کے موقع پر ۱۷ر اکتوبر کی اشاعت میں سرسید احمد خاں کے کارناموں کے کسی پہلو پر اداریہ شایع کیا جاتا ہے۔ چونکہ مدیر "ہماری زبان" پروفیسر آل احمد سرور علی گڑھ سے باہر ہیں اور ان کی واپسی ۱۷ر اکتوبر کو ہوگی اس لیے اس بار اداریہ کے بجائے ہم ان کے ایک مضمون "سرسید اور تہذیبی و ادبی اثرات" کا اقتباس شایع کر رہے ہیں۔ ادارہ)

سرسید نے مسلمانوں کے لیے وہی کام کیا جو بنگال میں راجہ رام موہن رائے نے شروع کیا تھا۔ شروع میں ان کا خطاب تمام ہندوستانیوں سے تھا۔ سائنٹفک سوسائٹی، گزٹ اور ورنیکولر یونیورسٹی کی اسکیم تک ان کے مخاطب سب ہندوستانی رہے، مگر انگلستان سے واپسی کے بعد انھوں نے مسلمانوں کی ترقی کو اپنا مقصد قرار دیا اور اردو زبان کو اپنے خیالات کے اظہار کا ذریعہ بنایا۔ قوم کا لفظ انھوں نے مسلمانوں کے لیے بھی استعمال کیا اور تمام ہندوستانیوں کے لیے بھی۔ وہ انگریزوں کی حمایت کو جزو ایمان نہیں سمجھتے تھے اور نہ مغرب کے اندھے مقلد تھے۔ انھوں نے یہ محسوس کر لیا تھا کہ ہندوستانی سماج کا وہ پس ماندہ طبقہ جو مسلمان تھا اپنی تنگ نظری، ذہنی کاہلی اور تعلیم کے فقدان کی وجہ سے نہ تو نئے دور کی تشکیل میں پوری طرح حصہ لے سکتا تھا اور نہ اپنی بقا کا ہی سامان کر سکتا تھا۔ سرسید نے مسلمانوں کو دنیوی (SECULAR) نقطۂ نظر کی طرف مائل کیا۔ انھوں نے نئی تعلیم کی حمایت کر کے نئے تہذیبی خزانوں کے دروازے اپنی قوم پر کھول دیے۔ انھوں نے ان کو جاگیردارانہ نظام سے چمٹے رہنے پر ٹوکا اور ملامت کی۔ انھوں نے نئی زندگی کے امکانات سے فائدہ اٹھانے اور اس میں شریک ہونے کی دعوت دی۔ انھوں نے بے شک انگریزی حکومت کی حمایت کی، مگر اس سے فائدہ بھی اٹھایا۔ ان کا کالج جو بعد میں یونیورسٹی بنا، ان کی تحریک کا ایک پہلو ہے۔ اس سے بڑا پہلو ان کا وہ قومی اور اخلاقی مشن ہے جس کے سہارے انھوں نے فکر و فن دونوں کے سانچوں کو بدل دیا اور پوری قومی زندگی کو تعمیری جوش اور جذبے سے معمور کر دیا۔

ان کی تحریک سے انگریز حکمرانوں نے فائدہ اٹھایا اور کالج کی ابتدائی نسلیں حکومت کی مشین کے لیے کل پرزے مہیا کرنے میں مصروف ہو گئیں مگر اس کالج سے بغاوت کی چنگاریاں بھی پھوٹیں اور یہ واقعہ ہے کہ یہ چنگاریاں ان شعلوں سے زیادہ خطرناک تھیں جو بعض علما کی تحریروں میں لپکتے تھے کیونکہ ان میں آزادی، جمہوریت، انفرادیت، سماج کا تصور زیادہ بھرپور اور گرم تھا۔ سرسید نے تہذیب کے دائرے میں علما کی قیادت کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا اور ان کے اثر سے وہ عاشقان پاک طینت پیدا ہوئے جنھوں نے مغرب کے آتش کدے سے چنگاریاں لے کر اپنی بزم کی تاریکی کو ختم کیا۔ مشرقیت اور مغربیت کے خانوں کو ختم کر کے، دنیوی معاملات کی اہمیت کو واضح کر کے، تجربے، عقل اور مشاہدے کو رہنما بنا کر، اپنی زبان و ادب کے ذریعے سے خیالات کی اشاعت کر کے، اخلاق اور معاشرت کے اصول بنا کر، بول چال کی عام زبان استعمال کر کے، تعلیم کی اہمیت پر زور دے کر، ادب کو شعلۂ نفس بنا کر اور اسے مقاصد جلیلہ کی گرمی اور سماجی شعور کی برکت عطا کر کے سرسید نے اردو ادب کو پستی سے بلندی تک پہنچا دیا۔ اس میں علمی سرمایہ پیدا کیا۔ اس کو مختلف اصناف سے مالا مال کیا۔ اس سے زندگی کی رہنمائی کا کام لیا۔ ان کے تمام خیالات کی حمایت آج ضروری نہیں ہے، مگر ان خیالات کی روح کو سمجھنا اور اسے آج کے حقائق کی بنیاد بنانا ضروری ہے۔ نیا ہندوستان نہ صرف عالم اسلامی کے خوابوں کے سہارے ترقی کر سکتا ہے نہ یورپین تہذیب کی پرچھائیوں کے بل پر۔ تاریخی اور جغرافیائی حقائق کا احساس ضروری ہے اور اپنی بنیادوں کو نظر انداز کرنا جرم ہے مگر آج کے دور میں سرسید کی طرح عالمی قدروں کو اپنانا اور ہر سورج سے روشنی کی کرن لینا بھی ضروری ہے۔ سرسید کا احترام کافی نہیں ان کا اعتراف بھی ضروری ہے اور انھیں کے راستے پر چلنے والوں کو یہ حق بھی پہنچتا ہے کہ ان سے آگے بڑھ جائیں۔ ان کے ترکہ میں جو حصہ آج مفید اور قابل تقلید ہے اسے لے لیں اور باقی کو نظر انداز کر دیں۔ ماضی کی صالح روایات سے استفادہ حال کی اچھی تعمیر کے لیے نیک شگون ہوتا ہے۔ ایڈیسن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس نے ادب کو درباروں اور محلوں سے نکال کر قہوہ خانوں اور بازاروں تک پہنچا دیا۔ سرسید نے اردو ادب کو خانقاہ، دربار اور کوچہ و بازار سے نکال کر درس گاہوں، تعلیم گاہوں اور متوسط طبقے کے دل و دماغ تک پہنچا دیا۔ سرسید ایک مجدد فن تھے اور ان کی تجدید فن سے نثر اور نظم

دونوں میں صحت اور بلندی آ گئی۔ سرسید کی مثال سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اپنے ادب کے ذریعے ہی ذہنی انقلاب ممکن ہے اور ادبی میدان میں ترقی سے آئندہ کے لیے روشن اور خوش آیند امکانات پیدا ہو سکتے ہیں۔

ڈاکٹر وحید اختر کا مجموعۂ کلام پتھروں کا مغنی شایع ہو گیا

علی گڑھ ۱۲ اکتوبر۔ ادبی حلقوں میں یہ خبر مسرت کے ساتھ سنی جائے گی کہ اردو کے ممتاز جدید شاعر ڈاکٹر وحید اختر کا پہلا مجموعہ کلام "پتھروں کا مغنی" شایع ہو گیا ہے۔

۲۴۰ صفحات کے اس مجموعہ میں وحید اختر صاحب کی بہترین اور نمائندہ تخلیقات اور ایک طویل غیر مطبوعہ نظم "صحرائے سکوت" بھی شامل ہے۔ اس کی قیمت ۶ روپیے ہے اور یہ اردو گھر علی گڑھ سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ (نامہ نگار)

دلّی میں ساہتیہ اکیڈمی کے قیام کی کوشش

دلّی ۸ اکتوبر۔ چیف ایگزیکٹو کونسلر میر مشتاق احمد صاحب نے آج انجمن تعمیر اردو کے جلسہ میں کہا کہ وہ دلّی میں ساہتیہ اکیڈمی کی ضرورت کو سمجھتے ہیں۔ اور اس سلسلہ میں وزارت داخلہ سے بات چیت کریں گے اور کامیاب ہوں گے۔ میر صاحب انجمن تعمیر اردو کے صدر ہیں۔

(الجمعیۃ)

ناخواندہ لوگوں کے لیے کتابیں

نئی دہلی ۲۰ ستمبر۔ ناخواندہ لوگوں کے لیے یونیسکو کے زیر اہتمام کتابوں کے پانچویں انعامی مقابلے کے لیے مرکزی وزارت تعلیم نے کتابوں کے داخلے طلب کیے ہیں۔ مقابلے کے لیے داخل کی جانے والی ہر کتاب کے سات نسخے مع دس روپیہ بذریعہ ٹریژری چالان بھیجنے کی آخری تاریخ ۳۰ اپریل ۱۹۶۷ء ہے۔ ۱۶ انعامات ۲۶۶۹ روپیہ فی کتاب ہوں گے جن میں تین انعامات ہندی کی کتابوں کے لیے اور ایک ایک انعام آسامی، بنگالی، گجراتی، کنڑ، کشمیری، ملیالم، مراٹھی، اڑیہ، پنجابی، سندھی، تامل، تلگو اور اردو کی کتابوں کے لیے ہوگا۔

مقابلہ میں صرف وہی کتابیں شامل کی جا سکتی ہیں جو ہندوستانی مصنفوں کی لکھی ہوئی اور یکم جنوری ۱۹۶۵ء اور ۳۱ دسمبر ۱۹۶۶ء کے درمیان ہندوستان میں شائع ہوئی ہوں۔

کتابیں ناخواندہ لوگوں کے پڑھنے کے لیے موزوں اور ۹۶ سے ۱۴۴ صفحات تک کی ہونی چاہئیں۔ یہ کتابیں بین الاقوامی مفاہمت، ابتدائی سائنس، اقتصادی اور سماجی ترقی اور عام کلچر کے کسی بھی شعبے کے بارے میں ہونی چاہئیں۔ کتابیں طبع زاد ہونی چاہئیں۔

لیکن آسان کلاسیکی کتابوں کے ترجمے بھی مقابلے کے لیے قبول کیے جائیں گے۔ ترجمہ کی ضخامت ۱۶۰ سے ۲۵۰ صفحات تک ہونی چاہیے۔ (قومی آواز لکھنؤ)

مولانا آزاد کی یاد میں ڈاک کے ٹکٹ

نئی دہلی ۱۰ اکتوبر۔ حکومت ہند کا محکمۂ ڈاک و تار اس سال کے ماہ نومبر اور دسمبر میں ڈاک کے پانچ مزید یادگاری ٹکٹ جاری کرے گا۔

ان میں ماہ نومبر میں جاری ہونے والے دو ٹکٹوں میں ایک ٹکٹ مولانا ابوالکلام آزاد کی یاد میں جاری کیا جائے گا۔

کشمیری ثقافتی اکیڈمی کے لیے ۲۵ لاکھ کی رقم

سری نگر ۹ اکتوبر۔ حکومت کشمیر نے چوتھے پلان کے دوران ۲۵ لاکھ روپے کی رقم آرٹ، کلچر اور زبان کی اکیڈمی کی توسیع پر خرچ کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس توسیعی پروگرام کے ماتحت ایک آرٹ اسکول قائم کیا جائے گا۔ اس کا ایک شعبہ موسیقی کا ہوگا جس میں کشمیری صوفیانہ موسیقی کی تربیت دی جائے گی۔ ایک اور پروگرام کے ماتحت لداخ کے لوک گیت جمع کیے جائیں گے۔ اکیڈمی موجودہ پلان کے دوران ایک کشمیری اردو ڈکشنری تیار کرنا چاہتی ہے۔

روسی زبان میں یشپال کی کہانیاں

لینن گراڈ (تاس) ہندوستانی ادیب یشپال کی کہانیوں کا مجموعہ "بھسماورت چنگاری" کا روسی ترجمہ شایع کر دیا گیا۔ پہلے ایڈیشن کی ۵۰ ہزار جلدیں چھاپی گئی ہیں۔ اس مجموعہ میں کل ۱۷ کہانیاں شامل ہیں ان میں سے صرف دو کا ترجمہ اس سے قبل شایع ہوا تھا۔

پٹیالہ سے ایک اردو سہ ماہی کا اجرا

پٹیالہ سے "چاروں اور" نام سے ایک ادبی سہ ماہی کی اشاعت کی جا رہی ہے۔ پہلا شمارہ جنوری ۱۹۶۷ء میں شایع ہوگا۔

اس جریدے کے ایڈیٹر ایچ تصور ہوں گے۔

اس میں جدید ترین ادبی رجحانات کی نمایندگی کا خاص خیال رکھا جائے گا۔

پتہ: چاروں اور ادبی سہ ماہی پٹیالہ۔ ۳

ہندوستان کی تاریخ پر اردو میں ایک نئی کتاب

علی گڑھ ۱۲ اکتوبر۔ ہائی اسکول کی جماعتوں کے لیے ہندوستان کی تاریخ پر ایک نئی کتاب اردو میں مسلم ایجوکیشنل پریس علی گڑھ نے شایع کی ہے۔

اس کتاب کے مصنف ایم۔ یو۔ اسکول علی گڑھ کے استاد توقیر پاشا ہیں اور اس کا تعارف ہندوستان کے مشہور مورخ پروفیسر محمد حبیب نے لکھا ہے۔

اس کی قیمت پانچ روپے پچاس پیسے ہے۔

(اے۔ رضا، علی گڑھ)

ڈاکٹر سید سلیمان حسین

اسیر لکھنوی

جگت استاد غلام ہمدانی مصحفی (متوفی ۱۲۴۰ھ) کے شاگردوں میں شہرت کے اعتبار سے آتش کے بعد اسیر لکھنوی کا درجہ سب سے بلند ہے۔ ان کا نام سید مظفر علی، خطاب تدبیر الدولہ مدبر الملک اور تخلص اسیر تھا۔ موصوف سید مدد علی مائل کے بیٹے سید محمد علی کے پوتے اور مولوی سید محمد معین الدین ابن سید محمد صالح الملقب بہ کروری کے پرپوتے تھے۔ سلسلۂ نسب حضرت عباس علمبردار تک پہنچتا ہے۔

اسیر کے اکثر بزرگ صاحب عالم و فاضل ہوئے اور سرکاری ملازمت پر فائز رہے۔ چنانچہ ان کے والد بھی عربی اور فارسی داں ہونے کی وجہ سے لکھنؤ کے شاہی مدرسے میں مدرس تھے۔ فارسی کے صاحب دیوان شاعر تھے اور تخلص مائل تھا۔ مصحفی نے تذکرہ ریاض الفصحا (۱۲۳۶ھ) میں انھیں شاہ ملول کا شاگرد لکھتے ہوئے ۸ اشعار نقل کیے ہیں اور "تعریف" کے ساتھ یوں تذکرہ کیا ہے[۱]

"سید مدد علی مائل، سادات علوی ساکن امیٹھی طبیع رسا و موزوں دارد چند ماہ از شاہ ملول اصلاح شعر گرفتہ بود، ایں ابیات طبیع زاد اوست"[۱]

برقع از رخ کشے جہاں تاب اگر باز کنی	ماہ و خورشید ز عالم نظر انداز کنی
دارم از اشک لخت دل ز بن چشم طوفان لعل	در عوض در آستیں لعل بدخشاں در بغل
بتا کیا ز تجھے سنگ آب می سازند	فغاں کہ خانہ مردم خراب می سازند
شد اگر چہ خوش الحان خامش از آہ و فغان ما	لب گل غنچہ گردد بشنود گر داستان ما
گردوں خراب گردش چشم سیاہ کیست	رہ زن زمانہ عاشق نگاہ کیست

اسیر قصبہ امیٹھی[۲] متعلقہ پرگنہ گوشائیں گنج ضلع لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ تاریخی نام "مظفر" ہے جس سے سال ولادت ۱۲۲۰ھ برآمد ہوتا ہے۔

یہ ابھی نو یا دس سال کے تھے کہ امیٹھی سے اپنے والد بزرگوار کے پاس لکھنؤ چلے آئے اور یہاں آکر تحصیل علوم میں مشغول ہو گئے۔ والد سے فارسی اور چچا میر سید علی سے کتب عربیہ، صرف و نحو، حکمت و منطق کا درس لیا۔ علم فقہ و اصول کی تعلیم مولانا سید دلدار علی صاحب مرحوم و مغفور (غفران مآب) کے شاگرد مرزا کاظم علی مرحوم (۱۲۴۹ھ) اور ان کے شاگرد میر دائم علی سے حاصل کی۔ اسیر کے عزیز شاگرد سید فضل رسول خاں واصلی سندیلوی نے دیوان اسیر (مطبع نولکشور پریس لکھنؤ) کے خاتمہ میں لکھا ہے کہ "آپ نے علمائے فرنگی محل سے حساب، معنی و بیان وغیرہ کی بھی تعلیم پائی تھی۔" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ معاصرین میں شیخ ناسخ اور آتش کی شاعری کا ڈنکا بج رہا تھا لیکن ان کے علم و فضل و کمال کی بدولت بھی کثیر تعداد میں لوگ ان کی طرف متوجہ ہوئے۔

اسیر نے اپنے مختصر حالات مثنوی سعادت نامہ المعروف بہ معارج الفضائل (۱۲۶۶ھ) میں نظم کیے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ فارسی میں فارغ ہونے کے بعد طلبہ کو گھر ہی پر درس دینے لگے تھے جس کا سلسلہ تقریباً پانچ سال تک قائم رہا۔ اس کے بعد "تنگی معاشی" کی بدولت اس کام کو ترک کرکے کسی کتب خانے میں ملازم ہو گئے اور وہیں خوشنویسی اور شاعری کا شوق پیدا ہوا۔ شعر کہنے لگے۔

مصحفی کی شاگردی

اسیر مصحفی کے شاگرد تھے لیکن استاد سے فیضان حاصل کرنے کا زیادہ موقع نہ ملا۔ بقول واصلی میاں صاحب موصوف دو تین برس ہی دار فانی سے عالم بقا کو تشریف لے گئے۔ اگرچہ یہ فن مشکل تھا لیکن بہ سبب اپنے کمال اور مہارت علوم کے جلد ہی مشق زبان کر کے لاجواب ہوئے اور فخر استاد کہلائے۔ ممتاز علی آہ نے اپنے استاد کے حوالے سے اسیر کی شاگردی مصحفی کا تذکرہ یوں کیا ہے۔

"حضرت امیر مینائی مرحوم فرماتے تھے کہ منشی صاحب (اسیر) مرحوم مجھ سے کہتے تھے کہ جب مجھے شاعری کا شوق ہوا تو اصلاح کے لیے استاد کی تلاش ہوئی، میاں مصحفی سے زیادہ کامل فن اور قادر الکلام کوئی نظر نہ آیا۔ ارادہ کیا کہ جاؤں اور غزل اصلاح کے لیے پیش کروں، مگر دیکھا تو دن رات سیکڑوں شاگرد میاں صاحب کے پاس جمع رہتے تھے اور اصلاح شعر و شاعری کا چرچا رہتا تھا۔ اپنی کم سنی کے باعث اس مجمع میں جا کر درخواست کرتے ہچکچاتا رہا۔ آخر یہ خیال آیا کہ صبح کو بہت سویرے ہی جانا چاہیے اس وقت کوئی نہ ہوگا۔ یہ خیال کرکے میں علی الصباح گیا تو دیکھا اس وقت بھی ایک گراں انبوہ لگا ہے اور میاں صاحب اس کی غزل پر اصلاح دے رہے ہیں۔ خیر یہ بھی غنیمت معلوم ہوا۔ میاں صاحب نے میری درخواست خوشی سے منظور فرمائی اور غزل پر توجہ سے اصلاح دی۔"[۱]

۱؎ صفحہ ۲۹۶

۲؎ لکھنؤ سے ۱۰-۱۵ میل شمال و مشرق کی جانب ایک قصبہ ہے جو "امیٹھی بندگی میاں" کہلاتا ہے۔ یہ بڑا مردم خیز قصبہ ہے کسی زمانہ میں اس کا لقب "مدینۃ الاولیا" تھا۔

۱؎ امیر مینائی ص ۴۹

جیتن الہ آبادی تحریر فرماتے ہیں کہ اسیر خود بیان کرتے تھے کہ جب شعر کہنا شروع کیا اور مصحفی کے شاگرد ہوئے تو استاد کے پاس اکثر اتنا مجمع رہتا کہ ہم ضروری نکات ان سے نہ پوچھ سکتے اس لیے اپنے ایک ساتھی کو لے کر ہم رات رہے ان کے گھر پہنچ جاتے۔ پہلے دن جب ہم گئے تو گھر سے گانے بجانے کی آواز آ رہی تھی دروازہ کھٹکھٹایا تو استاد کچھار دے کی لنگی باندھے ننگے بدن گھر سے ہاتھوں میں گھنگھرو لیے ٹکے کھاتے بھی جاتے تھے اور باتیں بھی کرتے جاتے تھے۔ کہنے لگے خیریت تو ہے اس وقت کیوں آئے۔ ہم نے کہا دن کو مجمع کی وجہ سے مشکل مطالب پوچھنے کا موقع نہیں ملتا اب اس وقت حاضر ہوئے ہیں تاکہ علی الصباح دریافت کر سکیں۔ جواب دیا آج تمہارے یہاں رتجگا ہے اس لیے جاگ رہے ہیں اور دن شاید اس وقت جاگتے نہیں مگر تم یہ نہ سمجھنا کہ سب سے پہلے آگئے ہو دیکھو وہ دو آدمی خدا جانے کب کے آئے ہوئے چارپائی پر پڑے سو رہے ہیں یہ بھی اصلاح لینے آئے ہیں۔

...... منشی اسیر دو دن میں یگانۂ روزگار تھے سنا گیا ہے کہ میر انیس کے حکم سے میر نفیس نے دو درس انھیں سے پڑھی تھی۔"

حاشیہ سنان دھراش"

کتب خانے کی نوکری کے دوران کچھ اشعار کی گنجائش تھی۔ اسی لیے کچہری میں بڑی کامیابی سے ملازمت کی گئی اور وہ بھی آٹھ سال تک محکمہ صدر، عدالت میں رہے ہیں۔ کامل کے قول کے مطابق اسی دوران میں ہزاروں فیصلے اپنے قلم سے لکھے۔ نواب امجد علی شاہ بہادر کا دور آیا تو نواب امین الدولہ امداد حسین خاں کو نیابت ملی۔

اب کیا تھا امیر کی قسمت کا ستارہ چمکا اور کچہری خاص میں پیشی کے عہدۂ جلیلہ پر تقرر ہو گیا اور سلطنت کا سارا کام امین الدولہ کے بجائے انھیں کے ہاتھوں سر انجام پانے لگا۔ امجد علی شاہ بہادر نے اپنی تخت نشینی کے بعد انھیں مصاحبین خاص میں بھی جگہ دی، خطابات سے سرفراز کیا اور کہا جاتا ہے کہ اپنے کلام میں بھی مشورہ لینے لگے۔ ملکی نظم و نسق کو بہتر بنانے کے لیے ایک نیا محکمہ سررشتہ [illegible] "حضور" جاری کیا اور اس کا مہتمم اعلیٰ "امیر" کو مقرر کیا۔ اس سررشتے کے ہرکارے شہر میں گشت کرتے پھرتے تھے اور مظلوموں کی فریاد امیر کے توسط سے بادشاہ تک پہنچایا کرتے تھے اگرچہ یہ محکمہ چند ماہ جاری رہ کر بند ہو گیا مگر اس مستعدی کی بنا پر اس میں امیر نے بڑی محنت کی جس کے باعث ان کی شہرت اور عزت میں بڑا اضافہ ہو گیا۔

واقعۂ اسیری

صاحب گلِ رعنا مولانا عبدالحی صاحب کا بیان ہے کہ جب زمانے نے ورق الٹا تو امین الدولہ سے دوستی کی پاداش میں چند دنوں اسیر رہے۔ میرے نزدیک یہ بیان درست نہیں کیونکہ خود امیر اور ان کے معاصرین میں سے کسی نے بھی اس واقعہ کو نہیں بیان کیا، جس زمانہ کا یہ حادثہ بتایا جاتا ہے اس دوران امیر پریشان ضرور تھے اس بات سے انکار ممکن نہیں، کیونکہ اسی زمانہ میں ان کے بعض قریبی اعزا اور "بی بی" کا انتقال ہو گیا، پھر ستم بالائے ستم یہ ہوا کہ کسی پاداش میں بھائی صاحب بھی اسیر ہو گئے جس نے انھیں انتہائی مغموم اور دل برداشتہ کر دیا، لوگوں سے ملنا جلنا اور گھر سے نکلنا تک ترک کر دیا اور جیسا کہ خود انھوں نے مثنوی "سعادت نامہ" میں لکھا ہے "خانہ نشین" ہو گئے۔

ان واقعات کے ۵۰-۶۰ برس بعد حضرت فاضل لکھنوی نے اپنے ایک مضمون میں اس "اسیری" کے واقعے کو ایک نیا رنگ دیا اور اسے حضرت امیر کے سر باندھ دیا جس کا ان کے پاس کوئی جواز نہیں تھا اور پھر کچھ عرصہ بعد خواجہ عشرت لکھنوی اور مولانا عبدالحی صاحب نے اسے بلا تکلف قبول کر کے ایک

ہوئی بعد ازاں گردشِ روزگار — کہ کچھ اس جہاں کا نہیں اعتبار
دگرگوں ہوئے آسمان و زمیں — فلک نے کیا مجھ کو "خانہ نشیں"
کہوں کیا جو دورِ زمانہ ہوئے — اقارب عدم کو روانہ ہوئے
کیا میری زوجہ نے بھی انتقال — نہایت ہوا میرے دل کو ملال
بہت کر چکا میں زمانے کی سیر — الٰہی ہو انجام میرا بخیر
رہا میں یہاں تو بہت نیک نام — علی کی محبت میں اب ہوں تمام

کہ اے امیر اب بیاں کی تاب نہیں — کون ہے آنکھ جو پُر آب نہیں
کر دعا اب کہ ہے یہ وقت دعا — یا رحیم و کریم و رب ہست
[illegible] برائے اسیری [illegible] — "میرا بھائی ہو قید سے آزاد"
رنج جتنا ہے دور ہو اس کا — عفو کر جو قصور ہو اس کا

رفتہ رفتہ روایت کو عام کر دیا۔

جب نواب واجد علی شاہ معزول ہونے کے بعد کلکتہ کے لیے روانہ ہوئے تو امیر نے علالت کا عذر کیا اور ساتھ نہ گئے جس کا بادشاہ کو بڑا قلق ہوا پھر بھی اکثر جلسوں کے خطوط مشاعرہ جا کر تحریر کیے ایک فرمان خاص طور پر روانہ کیا جس میں یہ تحریر تھا کہ تمہارا منصب بدستور بحال ہے جو وہاں چلے آؤ مگر امیر نے لکھنؤ کی اقامت کو ترجیح دی اور کلکتہ نہ گئے۔

اسی زمانہ میں والئی رامپور نواب محمد سعید خاں بہادر لکھنؤ تشریف لائے، انھوں نے ان کی علمی قابلیت دیکھ کر اپنے بیٹوں کے اتالیق کی حیثیت سے مقرر کیا، مابعد نواب یوسف علی خاں نے گھر بیٹھے ان کا وظیفہ مقرر کر دیا۔ ان کے انتقال کے بعد نواب کلب علی خاں بہادر کا دور آیا، امیر اپنی ضعیفی کے باعث تعزیت کے لیے رامپور نہ جا سکے، "خلد آشیاں" نے اس کی شکایت امیر مینائی سے کی۔ امیر نے اپنے استاد کو لکھنؤ خط لکھا کہ جس طرح بھی ممکن ہو دو چار روز کے لیے یہاں چلے آئیے ورنہ ہمیشہ شکایت رہے گی۔

ممتاز علی آہ کا بیان ہے کہ امیر مینائی نے "خلد آشیاں" سے یہ طے کر لیا تھا امیر چھ مہینے رامپور میں رہیں گے اور دو سو روپے ماہوار تنخواہ ملے گی، باقی چھ مہینے وہ جہاں چاہیں رہیں سو روپے ماہوار ملتے رہیں گے۔ چنانچہ اس وظیفہ کی بدولت آخر عمر تک بڑے اطمینان سے زندگی بسر کی۔

واجد علی شاہ مرحوم کو امیر کا رام پور رہنا سخت ناگوار گزرا، انھوں نے اپنی کتاب "بنی" میں امیر کا تذکرہ سخت اور درشت الفاظ میں کیا ہے۔ ان کو یہ بات بالکل ناپسند تھی کہ جو شخص ایک بادشاہ کا دعا گو اور ثنا خواں رہا ہے وہ آج بہت معمولی سی ریاست کے فرماں روا کی تعریف میں قصائد لکھ کر پیش کر رہا ہے اور اسے "رستم" "دارا" اور "سکندر" کے برابر قرار دے رہا ہے چنانچہ وہ اپنی کتاب "بنی" میں لکھتے ہیں۔

"یہ شخص پندرہ برس کے سن میں ہمارا نوکر ہوا اور ہمیشہ رہا اور صحبت شاعرہ کوئی ایسی نہ ہوتی تھی جس میں اس کی اور میری ہمراہی نہ ہو۔ خطاب فقیری کا عنایت کیا ہوا ہے، ہر دم دم محبت کا بھرتا تھا اور خود کو عاشقوں میں گنتا تھا، جد اس کے نمک خوار میرے باپ دادا کے رہے میری ولی عہدی میں عاشق اور میرے زمانِ سلطنت میں مصاحب اور داروغہ کل زندان خانہ سرکار اودھ کا اور خلاصہ نویس تمام کچہریات سلطانی کا رہا اور یہاں تک میرے مزاج میں دخیل تھا کہ شبانہ روز حاضر خدمت رہتا تھا۔ ۵۰ برس کے سن میں عقد کیا، زوجہ سے نہایت مانوس رہا کرتا تھا، جب اوضاع فلکی مبدل ہوئے یعنی امر انتزاع سلطنت اودھ واقع ہوا میں بایں جانب کلکتہ چلا یہ از بسکہ زوجہ کا مبتلا بہت تھا حق نمک کا یک قلم فراموش کر کے گھر میں جا چھپا، میں کلکتہ میں داخل ہوا بیس برس سے مجھ سے اس سے فرق ہے، فقط یہ کہ اب والی رامپور کو اپنا بادشاہ بنا کر قیدی بنی وفا اس کا نمک کھاتا ہے۔۔۔ یہ مطلع اس شخص نمک فراموش کا ہے"

(باقی آئندہ)

فریاد

افتخار اعظمی

نقاب پوشوں کے اس نگر میں
بھٹک رہا ہوں میں اجنبی سا
نہ منہ پہ میرے نقاب کوئی نہ جسم ہی پر کوئی لبادہ
نقاب پوشوں کی تیز نظریں
مرے کلیجے کو چاٹتی ہیں
اور ان کی انگلی کا ہر اشارہ
مرے بدن میں سناں کی مانند چبھ رہا ہے
وہ شعلہ افشاں نکال کر سرخ آتشیں زبانیں
ہر ایک جانب سے مجھ کو گھیرے میں لے رہے ہیں
قصور میرا ہے کیوں یہ آخر
نقاب پوشوں کے شہر میں اس طرح سے آیا
نہ منہ پہ کوئی نقاب رنگیں
نہ جسم ہی پر کوئی لبادہ
خدائے رحم و بزرگ و برتر
بچائے مجھ کو

تم نے کیوں...

صبا جائسی

ایک دن ایک مجمع میں میں
جا کے بیٹھا تمہارے قریب
جانے کیوں یک بیک لوگ ہنسنے لگے
جانے کیوں تم پہ شرمندگی کا فسوں چل گیا
چشمِ معصوم جیسے اداسی کا بن
رنگ چہرے کا جیسے گلِ یاسمن
سانس جیسے کہ بے ربط چوں تال و سر
تم نے مجھ کو دیر دیکھا کیے
اور اٹھ کر وہاں سے نہ جانے کدھر چل دیے
آج تک سوچتا ہوں میں اکثر یہی
لوگ کس پر ہنسے کیوں ہنسے
میری وحشت پہ گر لوگ تھے خندہ زن
بات کیا تھی جو تم کو بری لگ گئی
اور اگر وہ ہنسی تھی تمہارے لیے
تم نے کیوں کچھ نہ مجھ کو کہا؟
تم نے کیوں کچھ نہ مجھ کو کہا!

غزلیں

آزاد گلاٹی

چاندنی کی دھوپ میں جلتے رہے ہیں بام و در
میری تنہائی میں کھلتے یاد کے برگ و شجر

دیکھیے ساحل پہ کھڑے لوگوں کی آنکھیں بھر گئیں
ڈوبنے والے ذرا اک بار پانی سے ابھر!

زندگی بھی کتنے پیارے زخم دیتی ہے کبھی
آدمی مرتا ہے ان زخموں کو پھر تازہ دیکھ کر

ٹوٹنے دے اپنے اشکوں کے ستاروں کو ابھی
پوچھتی تو ہے مگر کچھ دور ہے وقتِ سحر

وہ مہک دل میں سلگتی ہے بھڑکتی ہے کبھی
میرے فن کی آنچ میں شامل ہے جس غم کا شرر

بارہا گھبرا کے ہم آزاد یہ سوچا کیے
اب اسے ہم بھول جائیں، بھول تو جائیں مگر

سعادت نظیر

خیال و خواب کی دنیا سے جب ہم دور رہتے ہیں
غمِ دوراں کے تعاقب سے کیوں کر مسرور رہتے ہیں

نئی کروٹ بدلتی ہے حیاتِ نوعِ انسانی
غمِ انساں سے جب انساں کے دل معمور رہتے ہیں

عداوت چھپتی ہے گھر میں جیسے محبت کی
نمایاں دیکھیے جوہر مگر دور رہتے ہیں

زمیں بدلے فلک بدلے مزاجِ زندگی بدلے
کہ اب سرگرمِ رفتارِ عمل مجبور رہتے ہیں

کسی نقطے پہ ملتی ہی نہیں افکار کی وحدت
تمہاری انجمن کے بھی عجب دستور رہتے ہیں

ہمیشہ خونِ انساں نے زمانے کو دکھایا ہے
کہ ہر قطرے سے پیدا سرمد و منصور رہتے ہیں

نظیر اہلِ ہنر پیدا ہوں زیبا نہیں مجھ کو
کمالِ فن جو رکھتے ہیں کہیں مغرور رہتے ہیں؟

کرامت علی کرامت

عوض اس کے کہ تو شمس و قمر دے
فقط مجھ کو نگاہِ معتبر دے

حقیقت جانتا ہیں جانتا ہوں
تو اپنے واسطے اپنی نظر دے

خداوند دو عالم غم کے شامل
اگر دے تو فقط دردِ جگر دے

مری فہم رسا اب تھک گئی ہے
مرے خوابیدہ جذبوں کو خبر دے

تری تعریف سنتا آ رہا ہوں
تجھے میں دیکھ لوں ایسی نظر دے

ازل سے ہے یہی ناگفتہ حسرت
مرے سینے کو تو زخموں سے بھر دے

فرشتے یا شیاطیں تو بہت ہیں
الٰہی اس جہاں میں تو بشر دے

حدِ ادراک سے آگے ہے منزل
نگاہِ نارسا سے اذنِ سفر دے

مرے ماحول میں بس غم ہی غم ہے
کم از کم اس کو تو کچھ کم تو کر دے

کرامت ہر طرف تاریکیاں ہیں
کوئی پیغامِ انوارِ سحر دے

وسیم بریلوی

تری آرزو بہت ہے تو ذرا انتظار کر لے
یہ وہ حادثہ ہے جس پہ مرا اختیار کم ہے

یہ حوادثِ زمانہ بڑی دور سے لگے ہیں
مجھے اپنی زندگی سے یہ نہیں کہ پیار کم ہے

میں گناہگار بھی ہوں یہی گناہ کر رہا ہوں لیکن
مجھے ایسا کوئی ٹوکے جو تنہا نگار کم ہے

مرے رہبروں سے کہہ دو ابھی راستہ رکا تھا
مری زندگی کے چہرے پہ ابھی غبار کم ہے

یہ مجھے پتہ ہے ساقی یہ اداس اداس شیشے
ترے میکدے میں ساقی کوئی بادہ خوار کم ہے

میں وسیم شعر کہنے کے لیے ترس رہا ہوں
کئی دن سے آنکھ میری اِدھر اشکبار کم ہے

۱۔ بمبئی سے بحری جہازوں کی روانگی

ہم مسرت کے ساتھ حج ۱۹۹۶ء کے لیے بحری جہازوں کی روانگی کے عارضی پروگرام کا اعلان کرتے ہیں۔

قبل رمضان جہاز کی روانگی

۱۔ ایس ایس "اسلامی" تقریباً ۲۲ دسمبر ۱۹۹۶ء کو روانہ ہوگا

بعد رمضان جہازوں کی روانگی

۲۔ ایس ایس "مظفری" تقریباً ۱۷ جنوری ۱۹۹۶ء کو روانہ ہوگا — ۶۔ ایس ایس "محمدی" ۱۴ فروری ۱۹۹۶ء کو روانہ ہوگا
۳۔ " " "محمدی" " ۱۹ " " " " — ۷۔ " " "مظفری" ۱۸ " " " "
۴۔ " " "اسلامی" " ۲۱ " " " " — ۸۔ " " "اسلامی" ۲۱ " " " "
۵۔ " " "مظفری" " ۲ فروری " " " — ۹۔ " " "محمدی" ۲۷ " " " "
۱۰۔ " " "مظفری" ۹ مارچ " " "

یقینی تاریخوں کا اعلان مرچنٹ شپنگ ایکٹ ۱۹۵۸ء کے تحت ہر جہاز کی روانگی سے پندرہ روز قبل کیا جائے گا

۲۔ پلگرم پاس

عازمین حج کی سہولت کے لیے پلگرم پاس کی جسٹریشن فیس ۱۰ روپے کرایہ جہاز کے ساتھ وصول کی جائے گی۔ اس لیے حج کمیٹی الگ سے پلگرم پاس بنانے کی فیس نہیں لے گی۔

۳۔ کرایہ جہاز

بمبئی تا جدہ اور واپسی سفر کا کرایہ حسب ذیل ہوگا

بمبئی / جدہ / بمبئی

فرسٹ کلاس۔ کرایہ مع خوراک۔ جدہ کے محصل عام صفائی، کرایہ مکان اور اخراجات پاسپورٹ پلگرم پاس کی۔ مجموعی رقم

			جسٹریشن فیس	مجموعی رقم
بالغان	۱۶۷۰ روپے	۱۳۳ روپے	۱۰ روپے	۱۸۱۳ روپے
بچے ۳ تا ۱۲ سال	۸۳۵ "	-	۱۰ "	۸۴۵ "
۲۰۰۰	۶۲۳ "	-	۱۰ "	۶۳۳ "
۱ سال سے کم	-	-	۱۰ "	۱۰ "

"محمدی" اور "مظفری" میں دو برتھ والے دس دس کیبن ہیں جن کے ساتھ غسل خانہ ملا ہوا ہے اس کے لیے فرسٹ کلاس کے کرائے کے علاوہ فی برتھ ۵۰ روپے زائد دینے ہوں گے۔

ڈیک کلاس۔ کرایہ مع خوراک۔ جدہ کے محصل عام صفائی، کرایہ مکان اور اخراجات پاسپورٹ پلگرم پاس کی۔ مجموعی رقم

			جسٹریشن فیس	مجموعی رقم
بالغان	۶۰۰ روپے	۱۳۳ روپے	۱۰ روپے	۷۴۳ روپے
بچے ۳ سال تا ۱۲ سال	۳۰۰ "	-	۱۰ "	۳۱۰ "
۱ سال ۳ سال	۲۳۵ "	-	۱۰ "	۲۴۵ "
۱ سال سے کم	-	-	۱۰ "	۱۰ "

صرف واپسی ٹکٹ ہی جاری کیے جائیں گے

پابندیاں: حاجیوں کی صحت اور بھلائی کے پیش نظر حکومت ہند نے مندرجہ ذیل طبقوں کے اصحاب پر بعض پابندیاں عائد کی ہیں جنہیں حج پر جانے کی اجازت نہیں ہوگی۔ عازمین حج کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ اپنی درخواستیں پیش کرتے وقت ان پابندیوں کا بغور مطالعہ کریں

(الف) جن بچوں کی عمر پانچ اور بارہ سال کے درمیان ہوگی۔ (ب) جن لوگوں کے پاس ہندوستانی سکے میں نقد رقم ۲۵۰ روپے سے کم ہوگی۔

(ج) جن لوگوں نے گزشتہ پانچ سال (۱۹۹۱ء تا ۱۹۹۵ء) میں حج کیا ہے ایسے لوگوں کو حج بدل پر بھی جانے کی اجازت نہ ہوگی۔

(د) جن عورتوں کو جہاز پر سوار ہوتے وقت چار ماہ یا اس سے زیادہ کا حمل ہوگا۔

(ہ) جو لوگ مندرجہ ذیل امراض یا معذوریوں کا شکار ہوں گے۔

(۱) ذہنی امراض (۲) تپ دق (۳) قلبی امراض (۴) دمہ (۵) متعدی جذام (۶) دیگر خطرناک متعدی امراض

مشتبہ قسم کے امراض اور حمل کی مدت کے سلسلے میں بمبئی میں طبی معائنہ ہوگا۔ اس لیے عازمین حج کو چاہیے کہ وہ اپنی دفعہ خود یا بذریعہ دوست نشستیں محفوظ کرا لیں۔

۵۔ نشستیں محفوظ کرانے کا طریقہ

تمام درخواست دہندگان کے لیے یہ امر نہایت ضروری ہے کہ وہ درخواست کے فارم پر یا پاسپورٹ سائز کا فوٹو چسپاں کریں اور ساتھ ہی فوٹو کی چار کاپیاں بھیں ...

دی مغل لائن
حج جہاز

... کی شوہر خواتین کے لیے بھی ہے لیکن پردہ نشین خواتین اس ...
ہر عازم حج کو علاحدہ فارم پر درخواست کی دو نقلیں بھیجنی ...
درخواست بھی علاحدہ فارم پر دو نقلوں میں ہونی چاہیے اور اس ...
عمر درج ہونی چاہیے اور اس کی پیدائش کا سرٹیفکیٹ ساتھ ...
حج نے اس سے پہلے یا پچھلے پانچ سال میں حج نہیں کیا اس کے علاوہ ...
اور سفر حج کے قابل ہے درخواست کے فارم پر مندرجہ ذیل ...
(۱) نام بھی حروف میں (۲) والد یا شوہر کا نام (۳) جنس یعنی مرد یا ...
ہندوستانی (۵) پیشہ (۶) پورا مستقل پتہ گاؤں، پوسٹ آفس ...
اس کے ساتھ کیا رشتہ ہے (۱۰) اگر درخواست دہندہ خاتون ...
(۱۱) رمضان سے پہلے سفر کرنا ہے یا بعد میں (۱۲) کس جہاز سے سفر ...
گیا ہے جہاز کا نام اور تاریخ روانگی (۱۳) کس درجے میں سفر ...
ڈرافٹ نمبر، رقم اور بینک کا نام (۱۵) درخواست دہندہ کے دستخط ...
(۱۶) مزید دستخط یا انگوٹھے کے نشان۔

۴۔ فرسٹ اور ڈیک کلاس سفر کے ذریعہ روپیہ ...

(الف) فرسٹ کلاس۔ (۱) درخواست مع نقل ...
بالغ کی درخواست کے ساتھ جس کی عمر ۱۲ سال سے اوپر ہو کرایہ ...
تا تین سال کی عمر کے لیے ۶۳۳ روپے اور ایک سال سے کم عمر ...
(۲) فرسٹ کلاس کے ہر عازم حج کو اپنے ساتھ ڈیک کے دو ...
میں ہونی چاہیے لیکن ایک لفافے میں درخواستوں کی تعداد ...
فرسٹ کلاس کے دو حاجی اپنے ساتھ ڈیک کے چار حاجی ...
درخواستیں چار سے زائد ہوں گی انہیں مسترد کر دیا جائے گا۔
(ب) ڈیک کلاس۔ درخواست مع نقل ہونا چاہیے۔ اس ...
ساتھ جس کی عمر ۱۲ سال سے اوپر ہو کرایہ کی پوری رقم ۷۴۳ روپے ...
کی عمر کے لیے ۲۴۵ روپے اور ایک سال سے کم عمر کے لیے ...
(ج) عام ہدایات۔ (۱) تمام رقوم دی مغل لائن لمیٹڈ کے ...
بینک آف انڈیا کے ڈرافٹ بھیجے جائیں، اور ڈرافٹ ایسے ...
البتہ ایسے مقامات پر رہنے والے عازمین حج جہاں بینک کی سہولت ...
کسی اور شکل میں مثلاً منی آرڈر یا چیک کے ذریعہ ...
(۲) خواتین سے درخواست کی جاتی ہے کہ وہ جائیں ...

دی مغل لائنز

چنہ کیا ہے اور اس کے ساتھ کیا رشتہ ہے۔ ایسی خاتون اور محرم کی درخواستیں ایک ہی لفافے میں بھیجی جانی چاہئیں۔

(۳) لفافے کے اوپر بھیجنے والے کا نام عازمین حج میں سے ہی کسی ایک کا ہونا چاہیے۔ کسی تیسرے شخص کا نام نہیں لکھنا چاہیے۔ یہ امر لازمی ہے۔ یہ شرط اس لیے رکھی گئی ہے کہ حاجیوں کو ان کی درخواستوں کا نتیجہ جلد معلوم ہو سکے۔

(۴) جن حاجیوں کے نام حج ۱۹۶۶ء کی فرسٹ یا ڈیک کلاس ویٹنگ لسٹ میں درج ہوئے لیکن جنھیں کسی جہاز میں جگہ نہ مل سکی تھی ان کو امسال یقینی طور پر جگہ دی جائے گی۔ اس لیے یہ نہایت ضروری ہے کہ ایسے حاجی اپنی نئی درخواستوں کے ساتھ ویٹنگ لسٹ فارم بھی بھیجیں۔ ایسی درخواستیں اور ویٹنگ لسٹ فارم علاحدہ لفافے میں بھیجنا چاہیے۔

(۵) فرسٹ یا ڈیک کے حاجی جن کی درخواستیں گذشتہ سال نامنظور کر دی گئی تھیں ان کو امسال قرعہ اندازی میں کچھ فوقیت دی جائے گی۔ اس لیے یہ نہایت ضروری ہے کہ حج ۱۹۶۶ء کی نامنظور شدہ درخواستیں عازمین حج نئی درخواستوں کو لگا کر بھیجیں۔ نامنظور درخواستیں اور نئی درخواستیں ایک علاحدہ لفافے میں بھیجی جانی چاہئیں۔

(۶) کسی بھی لفافے کے اندر سات سے زیادہ درخواستیں نہیں ہونی چاہئیں اور ایک لفافے کے اندر ایک ہی ریاست کی درخواستیں ہونی چاہئیں۔ اگر ایسا نہ کیا گیا تو درخواستیں مسترد کر دی جائیں گی۔

۷۔ ویٹنگ لسٹ (۱) درخواستوں میں سے ایک مخصوص تعداد کو فرسٹ اور ڈیک کلاس کی ویٹنگ لسٹ پر لے لیا جائے گا جیسے جیسے ریزرویشن منسوخ ہوں گے ویٹنگ لسٹ کے حاجیوں کو موقع دیا جائے گا اور متعلقہ حاجی کو اس کی اطلاع فوراً دی جائے گی۔

(۲) ویٹنگ لسٹ کے حاجیوں کو پر زور مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ سفر حج کے انتظام کی امید میں بمبئی نہ آئیں۔ انھیں اسی وقت بمبئی آنا چاہیے جب کمپنی بلائے ورنہ سفر کا انتظام نہ ہونے کی صورت میں کمپنی کوئی ذمہ داری قبول نہ کرے گی۔

(۳) جو درخواستیں ویٹنگ لسٹ پر نہیں آسکیں گی انھیں لوٹا دیا جائے گا۔

۸۔ بکنگ کا آغاز۔ عام اطلاع کے لیے عرض ہے کہ ہمارے دفتر کے کاؤنٹر پر کوئی درخواست وصول نہیں کی جائے گی تمام درخواستیں رجسٹرڈ یا بیمہ شدہ لفافوں میں اس طرح سے بھیجی جائیں جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔ یہ درخواستیں ۲۶ر اکتوبر ۱۹۶۶ء کو یا اس سے قبل بھیج دی جانی چاہئیں۔ اس تاریخ کے بعد ہمارے دفتر کو جو بھی درخواست موصول ہوگی اسے لوٹا دیا جائے گا۔

۹۔ منسوخی۔ اگر کوئی عازم حج اپنی جگہ منسوخ کرانا چاہے اور اس کے لیے فرسٹ کلاس یا ڈیک کی جو جگہ مقرر کی گئی ہے اس کا فائدہ اٹھانا نہ چاہے تو اسے چاہیے کہ وہ اپنے ارادے کی اطلاع جہاز کی روانگی سے کم از کم دس روز قبل کمپنی کو دے دے۔ اگر ایسا کیا گیا تو کرائے کی رقم واپس کرتے وقت اس میں سے دس فیصدی کاٹ لیا جائے گا۔ اسی طرح ویٹنگ لسٹ کے جن حاجیوں کے لیے جہاز میں جگہ کا انتظام ہوگا، انھوں نے اگر اسے منسوخ کرانا چاہا اور اپنے ارادے کی اطلاع جہاز کی روانگی سے کم از کم دس روز قبل کمپنی کو نہ دی تو ان کے کرائے کی رقم کی واپسی کے وقت اس میں سے دس فیصدی رقم منہا کر لی جائے گی۔

۱۰۔ نام تبدیل کرنے کی اجازت نہیں اور ریزرویشن میں ہیر پھیر بدل نہیں کیا جائے گا۔

۱۱۔ غیر ملکی باشندے۔ جو غیر ملکی باشندے حاجیوں کے جہاز میں بمبئی سے جدہ جانا چاہتے ہوں، انھیں چاہیے کہ وہ ہندوستان میں مقیم اپنے ملک کے سفارتی نمائندے کی وساطت سے درخواست گذاریں۔ ان کے پاس بین الاقوامی پاسپورٹ ہونا چاہیے جس میں ضروری اندراجات کے ساتھ سعودی عرب کا ویزا ہونا چاہیے۔ ان کے پاس ہندوستان واپسی کا ویزا بھی ہونا چاہیے تاکہ فریضہ حج کی ادائیگی کے بعد واپسی سفر کے لیے وہ جدہ سے بمبئی کے جہاز پر سوار ہو سکیں۔ ایسے عازمین حج کو صرف ڈیک کلاس میں جگہ دی جائے گی بشرطیکہ کسی جہاز میں جگہ خالی ہو۔

۱۲۔ عازمین حج کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ جدہ سے واپسی کے وقت جہازوں کی نشستوں کی تقسیم جدہ میں ہندوستانی سفارت خانے کے ذریعے ترتیب وار ہوتی ہے یعنی جو حاجی جدہ پہلے پہنچتے ہیں، انھیں واپسی کا موقع پہلے دیا جاتا ہے۔

۱۳۔ اوپر جو کچھ لکھا گیا ہے اس کے علاوہ اگر کوئی بات دریافت کرنی ہو تو براہ کرم ایگزیکٹیو افسر حج کمیٹی کرناک روڈ بمبئی کو لکھیں۔

۱۴۔ البتہ ریزرویشن کی تفصیلات کے لیے عازمین حج دی مغل لائن لمیٹیڈ بمبئی کو لکھیں۔

فون نمبر ۲۶۱۸۶۸
ہیڈ آفس بمبئی فون
۳۸۰۲۲

تار کا پتہ مغل لائن بمبئی

بکنگ آفس
صابو صدیق
مسافر خانہ کرناک روڈ بمبئی

MOGUL BOMBAY

...ٹڈ - 16 بینک اسٹریٹ بمبئی

...سٹنڈ
۱۹...ء

...ال سے کم عمر کے بچے کے فوٹو بھیجنے کی ضرورت نہیں۔
...ایک سال سے کم عمر کے بچوں کا کرایہ معاف ہے تاہم ان کی
...پاسپورٹ کے دستخط ہونے چاہئیں اس پر بچے کی عمر
...ٹ کے ہمراہ اس مضمون کا حلف نامہ ہونا چاہیے کہ عازم
...کا سرٹیفکیٹ اس مفہوم کا ہونا چاہیے کہ عازم حج صحت مند
...ہونی چاہئیں۔
...تاریخ پیدائش (۲) قومیت یعنی ہندوستانی یا غیر
...(۵) ہندوستان میں ناظر، وکردہ شخص کا نام پتہ اور یہ کہ
...سفر کرنے والے محرم کا نام پتہ اور اس کے ساتھ رشتہ
...جہاز کا نام اور تاریخ روانگی (۱۰) دوسری فوقیت
...حج کس سن میں کیا تھا (۱۵) ارسال کردہ رقم
...درخواست بھیجنے کی تاریخ (۱۸) نمونے کے لیے

...حسب ذیل ہوگا۔
...میں تمام تفصیلات کی خانہ پری کی جانی چاہیے۔ ہر
...روپے تین تا پانچ سال کی عمر کے لیے ...
...دس روپے حلف نامہ اور ڈاکٹری کے ساتھ بھیجنا چاہیے
...کی اجازت ہوگی۔ اور ان کی درخواست بھی اس لفافے
...میں بھیجی جانی چاہیے۔ ہر فرسٹ کے ساتھ ڈیک کے حساب
...لفافے میں فرسٹ کلاس کے ساتھ ڈیک کی

...ات کی خانہ پری کی جانی چاہیے۔ ہر بالغ کی درخواست کے
...سال کی عمر کے لیے ۳۱۰/۰ روپے ۔ ایک تا تین سال
...ہوں گے۔
...ڈرافٹ کی شکل میں ہونی چاہئیں۔ بہتر ہوگا کہ ڈرافٹ
...بمبئی میں بھنایا جا سکے۔ اور اسے رجسٹرڈ پوسٹ سے بھیجنا چاہیے
...صورت میں بیمہ شدہ لفافے کے اندر کرنسی کی رقم بھیجی ...
...رقم قبول نہیں کی جائے گی۔
...کے ساتھ وہ سفر کرنے والی ہیں اس کا پورا نام اور

معاصرین

سرکاری ملازموں کے لیے ہندی کے ساتھ اُردو کی تعلیم بھی لازمی قرار دی جائے

یوپی، بہار، راجستھان، دہلی، مدھیہ پردیش، آندھرا، پنجاب اور ہریانہ میں اردو کو دوسری سرکاری زبان کا درجہ دیا جائے

میں سمجھتا ہوں کہ یہ مطالبہ صد فی صدی درست ہے بلکہ اشد ضروری بھی ہے۔ کہنے کو ہم بار بار کہتے ہیں کہ "ہم سیکولرزم کے حامی ہیں" لیکن عجیب بات ہے کہ اردو کو ہم محض اس لیے ختم کیے دیتے ہیں کہ اسے ایک وقت میں مسلمانوں نے اپنی زبان کہا تھا۔ اصلیت یہ ہے کہ اردو نہ تو کسی دوسرے ملک کی زبان ہے، نہ کسی ایک فرقہ یا مذہب کی۔ دہلی کی گلیوں میں اس کا جنم ہوا، اس ملک کے گردونواح اور دیہات میں پل کر وہ بڑی ہوئی۔ دھیرے دھیرے وہ کشمیر سے کنیا کماری تک سارے ملک کی عام بھی (مشترکہ) زبان بنی۔ اسی کو شاعروں و ادیبوں نے "ہندی" (یعنی ہند کی زبان) کہا۔ آج اگر وہ پاکستان کی دو قومی زبانوں میں سے ایک ہے تو اس کا مطلب نہیں کہ وہ غیر ہندوستانی بن گئی۔ پاکستان آج ایک الگ ملک ہے بیس برس پہلے تو نہیں تھا۔ زبان وادب وتمدن کے لحاظ سے وہ آج بھی اس ہندوستان کا حصہ ہے جس نے اردو کو جنم دیا اور اپنایا تھا۔ اس "ہندوستان" سے باہر وہ کسی دوسرے دیش کی زبان ہے نہیں۔ ایسی حالت میں اگر ہندوستان کے اندر ہی اس سے وہ سلوک ہو جو پچھلے ۱۹ برس سے ہو رہا ہے تو یقیناً اس سے زیادہ بڑا اتیاچار (ظلم) کوئی نہیں ہو سکتا جیسا اوپر عرض کیا، اردو کسی ایک فرقہ یا مذہب کی زبان نہیں۔ آج بھی اس ملک میں اردو کے زیادہ تر ادیب و شعرا غیر مسلم ہیں۔ اردو کی جو کتابیں شائع ہوتی ہیں ان کے زیادہ تر مصنف غیر مسلم ہیں۔ اردو کے جو چھوٹے بڑے اخبار شائع ہوتے ہیں ان میں بہت بڑی کثرت ایسے اخبارات کی ہے جو "مسلم اخبار" نہیں۔ اصلیت یہ ہے کہ زبان کا کبھی کوئی مذہب تھا نہیں اردو کا بھی کوئی مذہب نہیں کوئی فرقہ نہیں اس کے باوجود کچھ لوگوں نے اپنی فرقہ وارانہ ذہنیت کی وجہ سے اردو کو پرائی زبان سمجھ کے اس کے ساتھ وہ سلوک کیا جو آج ہمارے سامنے ہے کہنے کو ہمارے لیڈر کہتے رہے کہ اردو ایک عظیم زبان ہے اسے کوئی ختم نہیں کر سکتا۔ اس کی ہر ممکن طریقہ سے حوصلہ افزائی ہونی چاہیے لیکن اصلیت یہ ہے کہ یہ حوصلہ افزائی کبھی ہوئی نہیں "ایک جہتی کونسل" نے اس بات کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ یوپی میں جسے اردو کا گھر کہا جاتا تھا آج ایک بھی ایسا سرکاری اسکول نہیں جہاں ذریعہ تعلیم اردو ہو۔ جن پرائیویٹ اسکولوں میں اردو کو ذریعہ تعلیم بنایا گیا انھیں حکومت کی منظوری حاصل نہیں۔ کونسل نے اس کمیٹی کی رپورٹ کا حوالہ بھی دیا ہے جو اقلیتوں کی زبانوں کے متعلق تحقیقات کے لیے قائم کی گئی تھی اور جس نے ۱۹۶۰ء میں بتایا کہ یوپی سرکار نے آئین کی اس دفعہ کو پورا کرنے کا کوئی سنجیدہ جتن نہیں کیا کہ اس ملک میں ہر آدمی کو اس کی بھاشا (زبان) میں تعلیم دی جائے گی۔ یوپی کے سرکاری اسکولوں میں پرائمری کلاسوں کے اندر اردو کا کوئی انتظام نہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ یوپی جیسے وسیع صوبے کے اندر ۱۹۶۷ء میں صرف ایک لاکھ ۹۶ ہزار ۰۰۰ ودیارتھی (طالب علم) اردو کے ذریعہ تعلیم حاصل کرتے تھے اب چار برس کے بعد بھی اتنے ہی ودیارتھی اردو کو ذریعہ تعلیم بنا کر پڑھتے ہیں۔ یہ ودیارتھی ایسے اسکولوں میں ہیں جنھیں حکومت کی منظوری حاصل نہیں۔ یہی اگر اردو کی تعلیم کا عالم ہے تو تنزل رہا ہی کس کو کہتے ہیں؟ کہنے کو ہم دعویٰ کرتے ہیں کہ اردو ملک کی ۱۴ قومی زبانوں میں سے ایک ہے لیکن حالت یہ ہے کہ ملک کے ۲۲ صوبوں میں ایک بھی صوبے کی سرکاری زبان اردو نہیں۔ یوپی کو "اردو کا گڑھ" کہا جاتا تھا وہاں اردو کو اس طرح اچھوت بنا دیا گیا ہے کہ دیکھ کے دل روتا ہے۔ پچھلے روز ایک بھائی نے اپنے خط میں لکھا... "آپ کے کہنے کے مطابق میں نے اپنا بیان اردو میں لکھا اسے تصدیق کرانے کے لیے ضلع کچہری میں گیا تو معلوم ہوا کہ اردو کے بیان تصدیق نہیں ہوتے صرف ہندی یا انگریزی کے ہوتے ہیں۔ میں ہندی جانتا نہیں بہت مشکل سے ایک ضلع افسر صاحب سے ملے انھوں نے یہ بیان تصدیق کیا ہے" یوپی میں اگر یہ حال ہے تو دوسرے صوبوں میں کیا ہوگا؟ اصلیت یہ ہے کہ اردو کو کچھ لوگوں نے خواہ مخواہ اپنا دشمن سمجھ لیا ہے حالانکہ اردو نے کبھی کسی سے دشمنی نہیں کی۔ ایک غلط تعصب اور غلط نفرت کی وجہ سے ان لوگوں کی عملی طور پر کوشش ہے کہ اردو کا نام ونشان مٹا دیا جائے۔ میں ان لوگوں کا ہم خیال نہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ "اردو ایک عظیم زبان ہے اسے مٹا کون سکتا ہے؟" اردو کی طاقت اور عظمت سے کوئی انکار نہیں کرتا لیکن اگر اس زبان کو آیندہ کوئی پڑھے نہیں اور اس کے پڑھنے سے کسی کو کوئی فائدہ نہ ہو تو یہ عظمت وطاقت اسے بہت دیر بچا نہیں سکے گی۔ مجھے ایک جہتی کونسل کی یہ تجویز کلیتاً درست معلوم ہوتی ہے کہ یوپی، بہار، راجستھان، دہلی، مدھیہ پردیش، پنجاب، ہریانہ اور آندھرا میں اردو کو دوسری سرکاری بھاشا کا درجہ دیا جائے۔ اسکولوں اور کالجوں میں اس کی پڑھائی کا انتظام کیا جائے اور سرکاری ملازموں کے لیے ضروری قرار دیا جائے کہ وہ ہندی کے ساتھ ساتھ اردو کا گیان بھی حاصل کریں۔ (اداریہ روزنامہ "ملاپ" دہلی)

اردو کے لیے کمیٹی بنانے کا مشورہ

مرکزی وزیر جناب فخرالدین علی احمد نے ایک پریس کانفرنس میں کہا کہ انھوں نے حکومت اترپردیش کو مشورہ دیا ہے کہ وہ اردو والوں کی شکایات اور مشکلات سننے کے لیے ایک کمیٹی مقرر کر دے۔ اردو والوں کو شکایت ہے کہ تعلیمی اداروں میں اردو کی پڑھائی کا خاطر خواہ انتظام نہیں ہے۔ مجوزہ کمیٹی میں ایسی شکایات پر غور ہونا چاہیے۔ موصوف کا بیان ہے کہ وزیر اعلیٰ یوپی نے اس تجویز کو سراہا ہے۔ انھوں نے کہا کہ یہ تجویز بہت اچھی ہے اور اس پر غور کیا جانا چاہیے۔ ہمارے خیال میں اردو کے بارے میں غلط بحث ہو رہا ہے۔ مرکزی وزیر اردو کے لیے سہولتیں چاہتے ہیں مگر اردو والے اردو کے لیے قانون کا مطالبہ کرتے ہیں۔ اردو کا کیس سہولتوں کا کیس نہیں ہے۔ یہ مسئلہ یا تو صدر جمہوریہ کی مداخلت سے حل ہوگا کہ ان کی طرف سے اردو کی علاقائی اور سرکاری حیثیت کا اعلان ہو یا پھر قانون کے ذریعہ اردو کو اس کا حق ملے گا۔ اردو والے "قانون چاہتے ہیں" تاکہ خلاف ورزی پر عدالتوں کی طرف رجوع کیا جا سکے اور مجسٹریٹوں اور متعلقہ افسروں کو بھی احساس ہو کہ اردو کو نظر انداز کرنا قانون کی خلاف ورزی ہے اور اس کا انسداد صرف عدالتوں کے ذریعے ہو سکتا ہے۔

جب تک سرکاری ملازمتوں کے لیے اردو واقفیت کو شرط قرار نہیں دیا جائے گا اردو والوں کا مسئلہ حل نہ ہوگا۔ جب اردو کو قانونی حیثیت ملے گی تو پھر اردو نصاب کی مشکل بھی حل ہو گی اور اردو کی ٹریننگ کے لیے مراکز کا قیام بھی عمل میں آئے گا۔ اردو والوں کی شکایات سننے کے لیے کسی کمیٹی کا تقرر بے نتیجہ ثابت ہوگا اور شاید ایک نئی کمیٹی کا کام بھی ختم ہو جائے گا۔ (الجمعیت کے اداریہ کا اقتباس)

میکگل یونیورسٹی کینیڈا میں اردو تعلیم

یکم ستمبر ۱۹۹۰ کو ڈاکٹر گوپی چند نارنگ کی درخواست پر میکگل یونیورسٹی کینیڈا میں اردو کے معلم ڈاکٹر محمد عبدالرحمٰن بارکر بہ حیثیت وزیٹنگ پروفیسر دہلی یونیورسٹی شعبۂ اردو میں تشریف لائے اور انھوں نے میکگل میں اردو زبان و ادب کی تعلیم پر تقریر کی۔ جلسے کی صدارت ڈاکٹر سید عابد حسین صاحب نے کی۔ ابتدائی کلمات ڈاکٹر گوپی چند نارنگ نے کہے۔ ڈاکٹر سید عابد حسین کا ذکر کرتے ہوئے انھوں نے کہا کہ ڈاکٹر سید عابد حسین صاحب کا شمار اردو کے چوٹی کے علما میں ہوتا ہے۔ عابد صاحب نے ہندوستانی تہذیب، مسلمانوں کی تاریخ، گاندھی اور نہرو کے نظریات پر جو کام کیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ خصوصاً ہندوستانی تہذیب پر انھوں نے جو کام کیا ہے، اس کی نظیر ہندوستان کی بعض دوسری زبانوں میں بھی نہیں ملتی۔ اردو کے بارے میں ہم اکثر مشترک ہندوستانی تہذیبی تصورات کا ذکر کرتے ہیں لیکن ہندوستانی تہذیب کے مزید وسعت سے اردو والوں کو علمی و معروضی سطح پر روشناس کرانے کا سہرا اگر کسی ایک شخص کے سر ہے تو وہ عابد صاحب ہیں۔ ان کی کتاب آزادی سے چند سال پہلے شائع ہوئی تھی لیکن صدیاں گزر جانے پر بھی اس کی اہمیت باقی رہے گی۔ ان چند برسوں میں ہندوستانی تہذیب کے بارے میں اردو میں جو کچھ لکھا گیا ہے اگر اس کے اصل ماخذ کا سراغ لگانے کی کوشش کی جائے تو بات عابد صاحب کی تصنیف تک پہنچے گی۔ دوسرے یہ کہ عابد صاحب نہ صرف اعلیٰ پایے کے عالم ہیں بلکہ ایک مثالی انسان بھی ہیں۔ اس نمائشی دور میں ان کی ذات خاموش علمی خدمت کی بہترین مثال ہے۔

ڈاکٹر محمد عبدالرحمٰن بارکر کے بارے میں ڈاکٹر نارنگ نے کہا کہ میکگل یونیورسٹی کے ادارۂ علوم اسلامیہ کی شہرت اپنے مخطوطات کی وجہ سے نہ صرف پورے عالم اسلام میں بلکہ پوری دنیا میں ہے۔ بارکر صاحب اس ادارے میں اردو زبان اور ادب کی تعلیم دیتے ہیں۔ امریکہ اور کینیڈا میں اردو کا کام ابھی چند سال پہلے شروع ہوا ہے۔ اس لیے وہاں کے اسکالروں سے ابھی ہم کو زیادہ توقعات وابستہ نہیں کرنا چاہییں۔ لیکن بارکر صاحب وہاں کے واحد اسکالر ہیں جو نہایت صحیح اردو اچھی خاصی روانی کے ساتھ بول لیتے ہیں۔ اردو کی خدمت بارکر صاحب کا اوڑھنا بچھونا ہے۔ بنیادی طور پر بارکر صاحب ماہر لسانیات ہیں لیکن زبان کے ساتھ ساتھ وہ ادب میں بھی نہایت گہری دلچسپی لیتے ہیں۔ وہ پہلی بار ہندوستان میں ۱۹۵۰ء میں فل برائٹ اسکالر کی حیثیت سے آئے تھے۔ اسی زمانے میں انھوں نے اردو سیکھنی شروع کی۔ وہ مشرف بہ اسلام بھی ہو چکے ہیں اور ان کی اہلیہ محترمہ بھی ہندوستانی ہیں۔ ان کی کوششوں سے میکگل اردو کا ایک اہم مرکز بنتا جا رہا ہے۔ جہاں اردو کی تقریباً دس ہزار کتابیں اور کئی نایاب نسخے جمع ہو چکے ہیں۔

ڈاکٹر بارکر نے اپنی تقریر میں بتایا کہ ادارہ علوم اسلامیہ میں جو زبانیں پڑھائی جاتی ہیں اردو ان میں ایک ہے۔ اور اسے کئی طلبہ بڑی دلچسپی سے پڑھتے ہیں۔ انھوں نے بتایا کہ اردو کی کتابیں اور قلمی نسخے جمع کرنا ان کا محبوب مشغلہ ہے۔ اور وہ چاہتے ہیں کہ میکگل کو اردو تعلیم کا اہم ترین مرکز بنا دیں۔ انھوں نے یہ بھی بتایا کہ غیر ملکیوں کو اردو پڑھانے کے لیے انگریزوں نے جو کتابیں لکھی تھیں ان کا طریقہ کار اس قدر پرانا ہے کہ وہ کتابیں نئی ضرورتوں کا ساتھ نہیں دے سکتیں۔ امریکہ میں نصابی کتابوں کے تیار کرنے کا کام شروع ہو چکا ہے لیکن ادارۂ علوم اسلامیہ میں وہ اپنا نصاب خود تیار کر رہے ہیں۔ انھوں نے بتایا کہ اس سلسلے میں وہ تین کتابیں تیار کر رہے ہیں۔ پہلی اردو زبان کا ابتدائی بیسک کورس ہوگی جس کے ذریعہ بول چال کی زبان اور اردو رسم الخط سکھایا جائے گا۔ شروع شروع میں رومن حروف استعمال کیے جائیں گے۔ بعد میں اردو حروف سکھائے جائیں گے۔ ڈاکٹر بارکر نے اردو کے لیے رومن حروف کی مثالیں بھی دیں۔ انھوں نے بتایا کہ ان کی دوسری کتاب اردو کا اخباری ریڈر ہوگی جس میں پاکستان کے اردو اخباروں کی زبان کے نمونے ہوں گے۔ اور جس سے سماجی علوم کے طلبہ استفادہ کر سکیں گے۔ ان کے کام کی تیسری شق اردو کی صحافتی زبان کا WORDCOUNT ہے جس میں انھوں نے ایک لاکھ تیس ہزار الفاظ کی فہرست بنا کے یہ تجزیہ کرنے کی کوشش کی ہے کہ اردو میں کون سے الفاظ زیادہ استعمال ہوتے ہیں اور کون سے کم۔ انھوں نے یہ بھی بتایا کہ امریکہ میں اردو کی جو نصابی کتابیں ملتی ہیں وہ یا بہت ابتدائی ہیں یا پھر ان کی زبان اچھی خاصی ادبی ہے۔ ڈاکٹر گوپی چند نارنگ اردو نثر کا جو ادبی ریڈر تیار کر رہے ہیں اس سے یہ کمی پوری ہو جائے گی۔ آخر میں ڈاکٹر بارکر نے بعض نایاب قلمی نسخوں کی رنگین سلائیڈز دکھائیں جو میکگل میں محفوظ ہیں۔ انھوں نے شعرائے اردو کے ایک تذکرے کا بھی پتہ دیا جو سورت میں لکھا گیا تھا اور جس کے مصنف کے شیفتہ سے تعلقات تھے۔ نیز انھوں نے ایک خوش خط عمدہ دکنی مثنوی کے بھی عکس پیش کیے جو پیغمبر اسلام کی شان میں ہے اور جو انھیں کینیڈا کے ایک کتب فروش سے ملی۔ اس کے علاوہ انھوں نے کلیات سودا، سحر البیان، باغ و بہار اور بعض دوسرے قدیم مخطوطات کی تصویریں دکھائیں اور ان کی مصوری پر تبصرہ کیا۔ ڈاکٹر بارکر نے بعض وصلیاں بھی دکھائیں اور خطاطی کے نمونے بھی دکھائے۔

ڈاکٹر بارکر کی تقریر کے بعد جلسے کے صدر ڈاکٹر سید عابد حسین صاحب نے اپنے تاثرات پیش کیے اور کہا کہ اردو زبان کے اصل مرکز آج بھی ہندوستان ہی میں ہیں۔ پاکستان میں اردو کی حیثیت ایک ادبی زبان کی سی ہے۔ اور وہ وہاں کے کسی بھی علاقے کی مادری زبان نہیں۔

اس لیے ان غیر ملکیوں کو جو اردو کا کام کرتے ہیں ہندوستان پر زیادہ توجہ صرف کرنی چاہیے۔ عابد صاحب نے ہندوستان میں اردو کے موقف پر بھی اپنے بیش قیمت خیالات پیش کیے اور بتایا کہ وہ اس کے مستقبل سے مایوس نہیں ہیں۔ آخر میں ڈاکٹر قمر رئیس صاحب نے صدر جلسہ اور مہمان محترم کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ بارکر صاحب کی زبان دانی لائق رشک ہے اور آج ان کی باتیں سن کر اپنی زبان کا احترام ہمارے دل میں کئی گنا بڑھ گیا۔

(امیر اللہ خاں شاہین۔ سکریٹری بزم ادب)

مجلس تحقیقات اردو دہلی یونیورسٹی، دہلی میں

پروفیسر اختر اورینوی کی آمد

دہلی یونیورسٹی کے شعبۂ اردو کے زیر اہتمام اردو ریسرچ ایسوسی ایشن کا ایک جلسہ دوشنبہ ۵ ستمبر ۱۹۶۶ء کو آرٹس فیکلٹی بلڈنگ کے کمرہ نمبر ۲۵ میں زیر صدارت جناب پروفیسر اختر اورینوی صدر شعبۂ اردو پٹنہ یونیورسٹی منعقد ہوا۔ اس جلسہ میں ڈاکٹر فضل الحق نے "میر حسن کی مرثیہ نگاری" پر مقالہ پڑھا۔

پروفیسر خواجہ احمد فاروقی صدر شعبہ اردو دہلی یونیورسٹی نے پروفیسر اختر اورینوی کا خیر مقدم کیا۔

ڈاکٹر فضل الحق نے اپنے مقالے میں یہ بتایا کہ میر حسن کی مرثیہ گوئی کے بارے میں قطعی شواہد موجود ہیں اور پروفیسر سید مسعود حسن صاحب رضوی کی تازہ ترین تحقیقات سے میر حسن کے تین مراثی بھی دریافت ہو چکے ہیں۔ مقالہ نگار نے داخلی شواہد اور تاریخی مواد کی بنا پر ثابت کیا کہ ان کے یہ مراثی فیض آباد میں ۱۱۸۵ھ کے بعد لکھے گئے جب کہ دہلی چھٹنے کا غم تازہ تھا۔ اور فراق محبوب کے اثر سے دنیا سے دل اچاٹ ہو گیا تھا۔ دینداری کے اس دور میں ان کی توجہ مرثیہ گوئی کی طرف مبذول ہوئی۔ اس کے بعد مقالہ نگار نے چند مرثیوں کا تجزیہ کر کے بتایا تھا کہ تیسرا مرثیہ زبان و بیان کے اعتبار سے زیادہ شستہ اور رواں ہے۔

مقالے کے بعد جن حضرات نے بحث میں حصہ لیا اُن میں ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی، ڈاکٹر محمد حسن، ڈاکٹر گوپی چند نارنگ، ڈاکٹر قمر رئیس، رشید حسن خاں صاحب تھے۔ پروفیسر اختر اورینوی نے اپنے خطبہ میں دہلی کے شعبۂ اردو کی علمی اور تعلیمی خدمات کو سراہا اور تحقیق کے مختلف مسائل پر اظہار خیال کیا۔ آپ نے فرمایا کہ تحقیق میں محقق کو غیر جانبداری سے کام شروع کرنا چاہیے اور اس وقت تک کسی نتیجہ کو تسلیم نہیں کرنا چاہیے جب تک وہ دوسرے شواہد سے ثابت نہ ہو جائے۔ آخر میں ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی نے شعبہ اردو کی طرف سے پروفیسر اختر اورینوی صدر شعبۂ اردو پٹنہ یونیورسٹی اور حاضرین کا شکریہ ادا کیا۔

(سید ظہیر الحسن ایم اے سکریٹری شعبہ اردو دہلی یونیورسٹی)

ادبی مجلس نئی دہلی کا اجلاس

نئی دہلی پچھلے ماہ یہاں ادبی مجلس نئی دہلی کی ایک خصوصی نشست میں اردو کے مقبول ادیب راجہ مہدی علی خاں کے انتقال پر اظہار تعزیت کرتے ہوئے یہ توقع ظاہر کی گئی کہ اردو داں طبقے مرحوم کی غیر مطبوعہ نگارشات کی اشاعت کا جلد سے جلد انتظام کریں گے تاکہ یہ گراں قدر امانت آنے والی نسلوں کے لیے سلامت اور محفوظ رہے۔

اجلاس کی صدارت جناب ملک رام نے کی۔

پروگرام میں جناب آنند نرائن ملا کو بھی شریک ہونا تھا لیکن ۱۱ ستمبر کی رات کو ان کے سب سے چھوٹے بھائی شری پرتاپ نرائن ملا کے انتقال کے سبب وہ اجلاس میں شرکت نہ کر سکے۔ شری پرتاپ نرائن ملا جن کی عمر تقریباً ۵۵ سال تھی، قریب ایک ماہ سے یہاں آل انڈیا میڈیکل انسٹی ٹیوٹ میں زیر علاج تھے۔ وہ ابھی پچھلے سال تک برسر ملازمت تھے اور گورنمنٹ الیکٹرک انسپکٹر

کے عہدے سے ریٹائر ہوئے تھے۔ مجلس نے آنند نرائن ملا صاحب سے اظہار ہمدردی کیا۔

اس کے بعد محترمہ آمنہ ابوالحسن نے جو حیدرآباد سے تشریف لائی تھیں، ایک افسانہ بعنوان "ٹرمینس" پڑھا جس پر افسانہ نگار اور سامعین میں دلچسپ تبادلۂ خیال ہوا۔　(سکریٹری)

بزم اقبال آگرہ کا نیا انتخاب

جامعہ اردو علی گڑھ کی ملحق انجمن بزم اقبال آگرہ رجسٹرڈ (قائم شدہ ۱۹۳۸ء) کا نیا انتخاب آئندہ پانچ سال کے لیے ۲۵ ستمبر ۱۹۶۶ء کو عمل میں آیا۔

صدر: حضرت مینکش اکبرآبادی

نائب صدر: جناب مقصود اللہ خاں ایم اے بی ٹی

معتمد: جناب یوسف مرزا لکھنوی۔

نائبین: ۱۔ جناب گوپال کرشن سکسینہ ایم اے ۲۔ جناب عبدالمقیت خاں ایم اے

خازن: جناب محمود اللہ خاں صاحب

ممبران مجلس منتظمہ:

۱۔ پروفیسر معظم علی شاہ ایم اے ۲۔ جناب یاسین فریدی بی اے بی ٹی

۳۔ جناب اسرار اکبرآبادی بی اے بی ٹی ۴۔ جناب سید عبدالعزیز بی اے بی ٹی

۵۔ جناب نورالدین صاحب بی اے بی ٹی ۶۔ جناب الیاس احمد ایم اے

۷۔ جناب خواجہ اختر حسین ایڈووکیٹ ۸۔ جناب راجندر رگھوونشی

۹۔ جناب مخلش اکبرآبادی۔

نمائندے برائے مجلس منتظمہ جامعہ اردو علی گڑھ

۱۔ حضرت مینکش اکبرآبادی　۲۔ پروفیسر معظم علی شاہ

۳۔ جناب یاسین فریدی　۴۔ خواجہ اختر حسین

۵۔ یوسف مرزا لکھنوی۔

(یوسف مرزا لکھنوی سکریٹری بزم اقبال)

انجمن ترقی اردو اجمیر

مورخہ ۲۵ ستمبر ۱۹۶۶ء کو بوقت دن ۱۰ بجے انجمن ترقی اردو اجمیر کی مجلس عاملہ کا عام جلسہ زیر صدارت جناب سید عبدالرؤف صاحب صدر انجمن ہذا منعقد ہوا جلسہ کی اہم تجویز یہ تھی کہ بسلسلہ تعلیم اردو افسران محکمہ تعلیمات اجمیر سے مل کر اردو تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ کو سہولت دلائی جائے اور اردو تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ کی تعداد کے مطابق اسکولوں میں ٹیچر مقرر کئے جانے کے اقدامات کیے جائیں چنانچہ ایک گوشوارہ جلد ہی مرتب کر کے ارسال کر دیا جائے گا۔

(سکریٹری انجمن ترقی اردو اجمیر)

اردو کے ناگپور یونیورسٹی میں برقرار رہنے کے امکانات

ناگپور۔ ناگپور یونیورسٹی اکیڈیمک کونسل کی گذشتہ ۲۴ و ۲۵ ستمبر ۱۹۶۶ء کو میٹنگ ہوئی۔ اکیڈیمک کونسل نے اردو اور دیگر ہندوستانی زبانوں کے مسئلہ

کے اس سے پیشتر کیے گئے فیصلہ پر کافی دیر تک بحث و مباحثہ ہوتا رہا۔ اس نشست کا رجحان اردو اور دیگر زبانوں کے یونیورسٹی میں رائج رکھنے کی طرف پایا گیا لیکن اس مسئلہ کو آئندہ میٹنگ کے لیے ملتوی کر دیا گیا ہے۔ توقع کی جاتی ہے کہ وہ تجویز یقیناً واپس لے لی جائے گی اور اس طرح اردو، گجراتی، بنگلہ، تیلگو اور سندھی زبانوں کے وہ حقوق بحال ہو جائیں گے جو ان سے چھینے جا رہے تھے۔ اس سلسلہ میں دوسرے انجمن ترقی اردو اور دوسری جمعیۃ علماء کی جدوجہد قابل ستائش ہے۔ (الجمعیۃ)

مرتضیٰ پور میں انجمن کی شاخ

مرتضیٰ پور میں ۵ر ستمبر کی شب میں غلام محمد خاں بیتو صاحب کے مکان میں جہانگیر جوہر کی دعوت پر اردو دوستوں کا اجتماع ہوا جس میں انجمن ترقی اردو (ہند) کی شاخ قائم کرنے کے متعلق فیصلہ کیا گیا اور اس فیصلے کے بموجب فوری عمل کیا گیا اور شاخ قائم ہو گئی۔

مذکورہ شاخ کے عہدیداروں اور اراکین مجلس منتظمہ کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں:

صدر: محمد علی صاحب خطیب۔ نائب صدر: میر عنایت علی صاحب وکیل
سکریٹری: ماسٹر محمد منصور صاحب۔ خازن: غلام محمد صاحب بیتو۔
جوائنٹ سکریٹری: جہانگیر جوہر
اراکین منتظمہ:
(۱) عبدالستار سحر، سجاد حسین شاکر، غلام احمد ذاکر، غلام نبی عرشی، عبدالکریم مومن، عبدالقادر صاحب، مجید خاں ریڈر، نور الحسن خاں صاحب، عبدالمجید شفق، منصور خاں شاداں، عبدالسلام قمر، شیخ عبدالحسن شمیم، خورشید احمد صاحب، محمد اعجاز صاحب، محمد یونس صاحب پہلوان، عبدالرزاق صاحب، عبداللطیف صاحب۔

مذکورہ بالا انتخاب کے بعد تجویز الحاق اور دیگر تجاویز منظور کی گئیں۔
(جہانگیر جوہر جوائنٹ سکریٹری انجمن ترقی اردو (ہند) شاخ مرتضیٰ پور)

انجمن ترقی اردو دلّی اسٹیٹ کی ادبی نشست

دلّی کے سرکردہ شعرا، ادبا، اور ناقدین کی شرکت

دلّی ۲۵ر ستمبر گذشتہ شام انجمن ترقی اردو دلّی اسٹیٹ کی ایک کامیاب ادبی نشست انجمن کے دفتر واقع علی منزل میں ہوئی۔ ابتدا میں شعرائے کرام نے اپنے کلام سے سامعین کو محظوظ فرمایا۔ یہ پروگرام پنڈت رتن موہن خار دہلوی کی صدارت میں ہوا۔ بعد میں بزم افسانہ منعقد ہوئی۔ اس کی صدارت جناب سجاد ظہیر صاحب نے فرمائی۔ بزم مشاعرہ میں جن شعرائے اکرام نے حصہ لیا ان میں صدر بزم خار صاحب کے علاوہ روش صدیقی، علی جواد زیدی، سجاد ظہیر، علیم اختر مظفر نگری، طالب دہلوی، بہار برنی، عنوان چشتی، منگلوری، بسیرا لال فلک، کالی چرن اثر، تسخیر فہمی، کے نام قابل ذکر ہیں۔

مشاعرہ کے بعد بزم افسانہ میں محترمہ آمنہ ابوالحسن نے اپنا افسانہ "خوشبو کی منزل" پڑھا۔ سامعین نے افسانہ کو بہت توجہ سے سنا اور پسند بھی کیا۔ دوسرا افسانہ محترمہ رضیہ سجاد ظہیر نے پڑھا۔ اس کا عنوان تھا "اللہ دے بندہ لے"۔ اس افسانہ پر تبادلہ خیال بھی ہوا۔ (الجمعیۃ)

شاخ برہانپور کا مطالبہ

مدھیہ پردیش کا اردو ٹیچرس ٹریننگ اسکول برہانپور میں قائم ہے جس میں اردو کے علاوہ مراٹھی کے امیدواروں کو بھی ٹریننگ دی جاتی ہے۔ ادھر چند سال سے اردو ٹریننگ کے امیدواروں کی تعداد بھی بتدریج کم کی جاتی رہی ہے لیکن امسال ۶۶-۶۷ء کے لیے اب تک ایسے داخلے نہیں کیے گئے۔ حالانکہ ڈویژنل سپرنٹنڈنٹ آف ایجوکیشن ہوشنگ آباد کے حکم آرڈر کے امیدواروں کو ہوشنگ آباد انٹرویو کے لیے بلایا گیا جسے دو ماہ کا عرصہ گزر رہا ہے مگر آج تک ٹریننگ اسکول میں ان امیدواروں کو داخل نہیں کیا گیا۔ عجیب بات یہ ہے کہ اس سال جو نئے پرنسپل صاحب آئے ہیں وہ صرف ہندی و بنگالی زبان جانتے ہیں۔ ہمیں اس سلسلے میں جو معلومات حاصل ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ مراٹھی کے امیدواروں کو بڑی چالاکی کے ساتھ یہ کہہ کر مطمئن کر دیا جاتا ہے کہ وہ ہندی ٹریننگ کالج میں جا کر داخلہ لے لیں۔ لیکن بیچارے اردو کے امیدواروں کو کوئی تسلی بخش جواب نہیں دیا گیا۔ اس ناانصافی کی طرف مقامی انجمن ترقی اردو نے شری ڈی۔ پی۔ آئی۔ کلکٹر صاحب۔ لسانی کمشنر اور سپرنٹنڈنٹ آف ایجوکیشن ہوشنگ آباد کو بھی گذشتہ ہفتہ توجہ دلائی ہے لیکن اس کا اب تک کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔ مقامی جمعیۃ العلماء، مسلم نمائندہ کمیٹی و دیگر اداروں نے بھی پُرزور کوششیں کی ہیں۔ لیکن کوئی شنوائی نہیں۔ اب انجمن ترقی اردو شاخ برہانپور نے اس سلسلے میں مزید جدوجہد جاری رکھنے کا پختہ ارادہ کر لیا ہے اور ریاستی انجمن اردو کو بھی اس طرف متوجہ کیا ہے ساتھ ہی ساتھ صدر جمہوریہ، وزیر اعظم ہند، ایجوکیشن منسٹر کی توجہ بھی اس طرف مبذول کرائی ہے۔ اگر اردو امیدواروں کے ساتھ اسی سرد مہری کا برتاؤ محکمہ تعلیم نے بدستور جاری رکھا تو صوبائی پیمانے پر اس تحریک کو پرزور طریقے پر آگے بڑھایا جائے گا۔ ہماری ارباب ایجوکیشن ڈپارٹمنٹ سے پرزور درخواست ہے کہ بیسک ٹریننگ اسکول برہانپور میں اردو امیدواروں کے داخلے جلد از جلد کیے جائیں۔

(سید عزیز الدین عزیز
جوائنٹ سکریٹری انجمن ترقی اردو شاخ برہانپور ایم۔ پی)

شاخ مالیگاؤں کی ماہانہ میٹنگ

مالیگاؤں۔ انجمن ترقی اردو (ہند) شاخ مالیگاؤں کی میٹنگ ترقی مرکز میں ہوئی۔ صدارت کے فرائض پروفیسر حفیظ انصاری صاحب نے انجام دیے۔ پچھلے ماہ کی میٹنگ اور جشن نور فردا کی رپورٹ اور حساب منظور کرنے کے بعد مندرجہ ذیل تجویزیں پاس کی گئیں۔

(۱) پی۔ ایس۔ سی ۶۶ء کے امتحان میں مالیگاؤں کے پہلے نمبر پر

کامیاب طالب علم اور طالبہ کو پچیس پچیس روپے کی کتابیں انعام دی جائیں۔

(۲) ہفتہ وار "ہماری زبان" کے خریدار بنائے جائیں۔

(۳) ایک بک اسٹال کے لیے ابتدائی تیاری کی جائے۔

(۴) اکتوبر ۶۶ء کے تیسرے ہفتے میں مغربی بہار (شاخ انجمن ترقی اردو (ہند)) کے نائب صدر جناب مومن محی الدین صاحب کے اعزاز میں ادبی نشست منعقد کی جائے۔ آخر میں مشہور صحافی اور کارٹونسٹ وہاب حیدر کے انتقال پر تعزیتی تجویز پاس کی گئی۔

(شعبان انصاری سکریٹری)

بزم ادب اودے پور یونیورسٹی کی ایک ادبی نشست

بزم ادب۔ اودے پور یونیورسٹی کے زیر اہتمام ۱۰ ستمبر کو شام کے ۶ بجے ایک ادبی نشست میں ڈاکٹر خواجہ احمد فاروقی۔ پروفیسر و صدر شعبۂ اردو دہلی یونیورسٹی نے انگریزی میں "اردو شاعری میں قومیت کے رجحان" پر ایک پرمغز اور جامع مقالہ پڑھا۔ مقالہ کے بعد جناب نفاست علی صاحب راہی سجے پوری نے اپنے کلام سے سامعین کو محظوظ فرمایا۔

دیگر علم دوست اور ادب پرور حضرات کے علاوہ اودے پور یونیورسٹی کے وائس چانسلر جناب ماتھر صاحب نے بھی اس جلسہ میں شرکت فرما کر بزم کو نوازا۔ ڈائرکٹر شمیم حسین صاحب نے صدارت کے فرائض انجام دئے اور جلسہ کو بخیر و خوبی اختتام تک پہنچایا۔

(شوکت حسین نائب صدر بزم ادب)

پندرہ روزہ "نئی صبح" الہ آباد کی رسم اجرا

پندرہ روزہ "نئی صبح" الہ آباد کے پہلے شمارے کی رسم اجرا کا جلسہ ڈاکٹر سید اعجاز حسین صاحب کی صدارت میں ہوا۔ "نئی صبح" کا تعارف کراتے ہوئے سید قطب الدین صاحب نے بتایا کہ اس کے اجرا کا مقصد طلبہ کی تخلیقی صلاحیتوں کو بروئے کار لانا اور ان کو اردو زبان اور ادب کے تقاضوں سے ضروری واقفیت بہم پہنچانا ہے۔

پروفیسر سید احتشام حسین صاحب نے فرمایا مجھے بڑی خوشی ہے کہ طلبہ نے اپنی خواہش کو عملی جامہ پہنایا۔ کوشش یہ ہونی چاہیے کہ یہ جریدہ برابر نکلتا رہے۔ انھوں نے کہا کہ نئی کتابوں کی اطلاع اور علمی اور تہذیبی خبروں کی اشاعت کی طرف توجہ کرنا چاہیے۔

ڈاکٹر سید اعجاز حسین صاحب نے فرمایا کہ "نئی صبح" کے اجرا پر مجھے دلی خوشی ہے۔ نئی صبح کی اشاعت سے متعلق چند مفید مشورے دیتے ہوئے صدر محترم نے فرمایا کہ ہمارے عزیز طلبہ مبارکباد کے مستحق اس وقت ہوں گے جب وہ اسے پابندی کے ساتھ شایع کرنے میں کامیاب ہوں۔ میری نیک خواہشات ان کے ساتھ ہیں۔

(ایک نامہ نگار)

ڈاکٹر قمر رئیس کے اعزاز میں استقبالیہ

ڈاکٹر قمر رئیس پچھلے سال تاشقند یونیورسٹی میں دوسری بار اردو کے مہمان پروفیسر کی حیثیت سے تشریف لے گئے تھے۔ حال ہی میں ان کی واپسی پر پوسٹ گریجویٹ انسٹی ٹیوٹ کے شعبۂ اردو کی طرف سے انھیں استقبالیہ پیش کیا گیا، جس میں جناب رشید حسن خاں، ڈاکٹر گوپی چند نارنگ، ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی، ڈاکٹر محمد حسن، جناب شریف احمد اور بعض دوسرے ساتھیوں نے ڈاکٹر قمر رئیس کی ادبی و علمی خدمات پر روشنی ڈالی۔ تعارفی تقریروں کے بعد ڈاکٹر قمر رئیس نے روس میں اردو کے موقف اور وہاں کے نظام تعلیم پر ایک معلومات افزا تقریر کی اور بتایا کہ روس میں اردو روز بروز مقبول ہو رہی ہے اور تراجم کا کام بھی وسیع پیمانے پر ہو رہا ہے۔ ڈاکٹر قمر رئیس نے اس موقع پر اپنی نظم "شام جشن ہنی" سے اقتباسات سنائے۔

جلسہ جناب امیر اللہ خاں شاہین کے شکریہ کے ساتھ ختم ہوا۔

(امیر اللہ شاہین سکریٹری بزم ادب)

حلقۂ فکر و نظر کا ماہانہ ادبی اجلاس

حلقۂ فکر و نظر حیدرآباد کا ماہانہ ادبی اجلاس یہاں وزیر داخلہ آندھرا پردیش کی قیام گاہ پر منعقد ہوا جس کی صدارت پروفیسر عالم خوندمیری نے کی۔ اس اجلاس میں ڈاکٹر انور معظم نے "موجودہ اردو افسانہ" کے موضوع پر اپنا فکر انگیز مقالہ پڑھا۔ جس میں مختلف ادوار میں اردو افسانے کی ترقی پذیری پر روشنی ڈالی گئی۔ اس کے بعد گیان سنگھ شاطر نے ایک دلچسپ افسانہ "دلدل" سنایا۔ "آج کا شاعر" کے زیر عنوان اس بار حیدرآباد کے ممتاز نوجوان شاعر تاج مہجور نے اپنا منتخبہ کلام سنا کر داد حاصل کی۔ تاج مہجور کی شاعری اور اس کے فکر و فن پر وقار خلیل اور رؤف خلش نے مضامین پڑھے۔ اجلاس کی کارروائی کے آغاز سے قبل معتمد اعزازی حلقۂ فکر و نظر بشیر انور نے تعارفی تقریر کرتے ہوئے حاضرین کا خیر مقدم کیا۔ جس میں ریاستی وزیر داخلہ نواب میر احمد علی خاں بھی شامل تھے جو اس ادبی اجلاس کی کارروائی کو آخر تک دلچسپی کے ساتھ سنتے رہے۔ صدارتی تقریر کرتے ہوئے پروفیسر عالم خوندمیری نے دانشوروں، ادیبوں اور شاعروں کے ساتھ ایسی خوشگوار شام گزارنے پر اپنی مسرت کا اظہار کیا۔ آپ نے اردو زبان اور ادب کے تعلق سے اپنے تنقیدی نقطۂ نظر کو پیش کرتے ہوئے کئی مفید اور تعمیری مشورے دئے۔

محفل شعر میں حکیم یوسف حسین خاں، ڈاکٹر غیاث صدیقی، میر نسیم علی خاں، وقار خلیل، شاطر ہریانوی، رؤف خلش، حسن فرخ، غیاث متین، شفیق حیدرآبادی، مجاہد الانصاری، علی الدین نوید اور ڈاکٹر اسعد انصاری نے کلام سنایا۔ آخر میں وقار خلیل نے شکریہ ادا کیا۔

(بشیر انور معتمد اعزازی حلقۂ فکر و نظر)

مالک انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ پرنٹر ضمیر الدین قریشی نے مسلم ایجوکیشنل پریس علی گڑھ میں چھاپا اور پبلشر نذیر حسن نے دفتر مرکزی انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ سے شایع کیا